

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

یوں تو جماعت اسلامی اپنے مقصد اور طریق کار کی کافی حد تک وضاحت کر چکی ہے اور اس ضمن میں کسی مزید صراحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی مگر متفق سازشی کی حالیہ مہم کے پیش نظر بعض حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ جماعت کا مقصد و مہاج اختصار کے ساتھ پھر عوام کے سامنے لایا جائے، چنانچہ ان کی اسی خواہش کی تعمیل میں یہ چند صفحات لکھے جا رہے ہیں۔

دنیا کی کوئی جماعت بھی جب کوئی غم لے کر اٹھتی ہے تو اس کے بارے میں عام طور پر ذہنوں میں تین سوالات پیدا ہوتے ہیں: وہ جماعت کیا چاہتی ہے؟ کیوں چاہتی ہے؟ اور کس طرح چاہتی ہے؟ یہی تین سوالات فطری طور پر جماعت اسلامی کے بارے میں بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔ بنابرین ہم اپنی گزارشات کو صرف ان تین سوالات کے جوابات تک ہی محدود رکھیں گے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟ یا دوسرے نکتوں میں جماعت اسلامی کی دعوت اور مقصد کیا ہے؟ تو اس کا جواب مختصراً یہ ہے کہ جماعت اس ضمن میں وہی کچھ چاہتی ہے جو خالق کے ایک بندے کو فرائض عبودیت بجالانے کے لیے کرنا چاہیے، اور جس کی طوٹ مختلف اوقات میں انبیاء اور صلحاء انسانوں کو متوجہ کرتے رہے ہیں، اور جس پر انسان کی دنیوی فلاح اور اخروی کامرانی کا دار و مدار ہے۔ یہ نوع بشری کی انتہائی بد نصیبی اور بد بختی ہے کہ جس انسان کو خالق نے اپنے بندے کی حیثیت سے پیدا کیا وہ شیطان کی چال بازیوں میں آکر انسان کا بندہ بننے پر مجبور کیا۔ جماعت اسلامی مالک الملک کے ارشاد کے مطابق اور ان مقدس نفوس کی پیروی میں جو منشائے خداوندی کو دنیا پر واضح کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے، انسانوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں دینے کا غم رکھتی ہے۔ اس کے نزدیک انسانیت کی ساری محرومیوں بلکہ اس کی ساری

تیرہ بھتیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس خالق نے اسے پیدا کیا اور دنیا میں زندہ رہنے کے لیے اُسے وسائل رزق مہیا کیے اُس نے اس کے حقوق کو صحیح طور پر پہچاننے اور انہیں کما حقہ ادا کرنے میں مجربانہ غفلت برتی اور اس غفلت کی پاداش میں اس پر زندگی اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی۔ اس نے خدا کی غلامی قبول کرنے سے گریز کیا اور فادہ مطلق نے اسے دنیا میں یہ سزا دی کہ لاف تعداد معبودانِ باطل کی غلامی کے قلاوے اس کی گردن میں ڈال دیئے۔ گم کردہ راہ انسان نے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں نیاز مندی کا شیوہ اختیار کرنے کے بجائے سرکشی کی روش اختیار کی تو اس کی فطرت اس قدر مسخ ہو گئی کہ وہ جھوٹے بتوں کے آسانوں پر پورے جذبہ عبودیت کے ساتھ جھکنے لگا۔ اُس نے کبھی پتھر کے بتوں کی پرستش کی تو کبھی آسمانی ستاروں کی کبھی زندہ انسانوں کی عبادت کی تو کبھی گذرے ہوئے بزرگوں کی کبھی قومیت اور وطنیت کے بتوں کی پرستش کی اور کبھی سیاسی اور معاشی مفادات کی قربان گاہ پر اپنے ضمیر اور ایمان خفیہ کی اپنی شخصیت تک کی قربانی پیش کر دی۔ بندہ زعمِ باطل میں گرفتار ہو کر خواہ اپنے مرتبہ اور مقام کے بارے میں جو چاہے کہتا پھرے لیکن وہ اپنے فطری احساس یعنی احساسِ عبودیت سے کبھی عاری نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر خدا کی بندگی سے انحراف کرتا ہے تو شیطان کی نیدگی پر مجبور ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا قلب و دماغ جذبہ نیدگی سے ہمیشہ معمور رہتا ہے۔ اُسے اس دنیا میں بہر حال بندہ بن کر ہی رہنا ہے خواہ وہ مالکِ حقیقی کا بندہ بن کر دنیا اور آخرت میں فائز المرام ہو یا کسی جھوٹے خدا کا یا خود اپنے نفس کا بندہ بن کر دنیا اور عقبیٰ میں ناکام و نامراد ہو۔ سروری صرف اُسی ذاتِ بے ہمتا کو زیب دیتی ہے جو اس کائنات کا خالق، مالک اور مدبّر ہے۔ خدائی کے دوسرے سارے دعویٰ ارتبانِ آذری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خواہ یہ بت مٹی اور پتھر کے مجسموں کی صورت میں بت پرست قوموں کے معابد میں نصب ہوں یا "انسانی خداؤں" کے روپ میں تختِ اقتدار پر متمکن ہوں۔

اس ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ نیدے کی خدائی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نیدہ لازمی طور پر فرعون اور نمرود کی طرح اپنی زبان سے دعواتِ خدائی کا باقاعدہ اعلان کرے اور عوام سے اپنی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کا تقاضا کرے۔ بلکہ "نیدے کی خدائی" کا مطلب یہ ہے کہ نیدہ کائنات کے حقیقی حاکم کی حاکمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام پر اپنی حاکمیت مستط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ کائنات جب اس خالق کی تخلیق ہے جسے رب کہا جاتا ہے تو اس پر حکم بھی اسی کا چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پورا نظامِ طبیعی

خاتی خفیی کے ضابطوں کا بڑی سختی سے پابند ہے اور اُن سے سر مُواخِراف نہیں کرتا۔ انسان بھی اپنی زندگی کے طبعی دائرے میں انہی ضابطوں کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔ مگر جب وہ اس دائرے سے نکل کر ارادہ و اختیار کی آزاد فضا میں داخل ہوتا ہے تو وہاں وہ اپنے اصل مقام یعنی مقام بندگی کو بھول کر مقام کبریا کی کا دعویٰ دار بن جاتا ہے اور یہی اس دنیا میں ظلم و فساد کی اصل وجہ ہے۔ اگر انسان اس دائرے میں بھی احکام الہی کی پابندی کرے تو نہ صرف اُس کی داخلی زندگی ہر قسم کے تناقض سے پاک ہو جائے بلکہ اس کی خارجی زندگی بھی مکمل ہم آہنگی پیدا ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے انتشار سے محفوظ رہے۔ اور اس طرح یہ کرۂ ارض فتنہ و فساد کی آماجگاہ بننے کے بجائے صلح و آشتی کا گہوارہ بن جائے۔ اس حقیقت کی طرف قرآن مجید نے انسان کو بار بار متوجہ کیا ہے۔

سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ہے :

لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے تاکہ تم پر بنیگار بن جاؤ۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کی چھت بنائی اور پر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق ہیمنہ بچھایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مد مقابل نہ ٹھہراؤ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مِنْ فَوْقِنَا وَالسَّمَاءَ
بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ
مِنَ الشَّجَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ
أُنْدَادًا ۖ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (بقرہ: ۲۲)

تم اللہ کے سوا جنہیں پوج رہے ہو وہ تو محض میت ہیں اور تم ایک ٹھوٹا ٹھوٹا گھڑ رہے ہو، دراصل اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ کے ہاں سے رزق مانگو اور اس کی عبادت کرو اور اللہ کا شکر کرو اور اسی کی طرف تم پٹائے جانے والے ہو۔

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا
وَتَخْلُقُونَ أَفْكَارًا ۖ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا
عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (العنکبوت: ۱۷)

قرآن مجید میں یوں تو اس موضوع کی بیسیوں آیات موجود ہیں مگر یہ بد اس امر کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ معبود حقیقی وہی ذات ہے جس نے انسان اور ساری کائنات کی تخلیق کی ہے۔ اور انسان اور دوسری جاندار

مخلوقات کو وسائلِ رزق مہیا کیے ہیں۔ نہ تو اس کی تخلیق میں اس کا کوئی ثانی ہے اور نہ اس کی صنعتِ ربوبیت میں اس کا کوئی شریک و سہم ہے جب صورتِ حال یہ ہے تو انسان کے لیے مقبولیت کی راہ یہی ہے کہ وہ زندگی کے اس محدود دائرے میں بھی جس میں خود خالق نے اسے ارادہ و اختیار بخشا ہے صرف خدا کا بندہ بن کر رہے اور جھوٹے خداؤں کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے اتار سکیں۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے اپنے بیغمانہ انداز میں یوں بیان کیا ہے :

فَاَلْهَكُمُ الْاِلٰهَ وَاحِدٌ فَلَا اَسْلٰمَ لَكُمْ
بَشِرُوا الْمُحْذَرِّينَ (الحج: ۳۲)

پس تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے تو تم اسی کے فرمانبردار
بنو اور خوشخبری دیجیے ان لوگوں کو جو خدا کے آگے
سہر تسلیم خم کرتے ہیں۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ جماعتِ اسلامی فکر و عمل کی یہ بنیادی تبدیلی کیوں چاہتی ہے تو اس کا جواب محولہ بالا آیات میں موجود ہے۔ وہ خدا کی بندگی کی طرف انسانوں کو اس لیے دعوت دیتی ہے کہ بحیثیتِ مخلوق یہ ہمارا اولین فرض ہے اور اس فرض کو بجالانے میں اگر ہم غفلت کا مظاہرہ کریں تو گویا جاؤہ مستقیم سے ہٹ کر اپنے لیے اور بنی نوعِ انسان کے لیے تباہی کا سامان فراہم کریں گے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي
اِلَى الْحَقِّ قُلْ اِنَّ اِلٰهَ يَهْدِي لِلْحَقِّ طَافَسَنَ
يَهْدِي اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ اَمْ لَا
يَهْدِي اِلَّا اَنْ يُهْدَى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ
تَحْكُمُوْنَ (یونس: ۳۵)

ان سے کہیے تمہارے ٹھہرائے ہوئے شرکوں میں کوئی
ایسا بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتا ہو؟ آپ کہیے اللہ ہی
حق کی راہ دکھاتا ہے پھر تباؤ جو حق کی راہ دکھائے وہ
اس کا زیادہ خدا رہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا
وہ جو خود ہی راہ نہ پاتا ہو جب تک اُسے سمجھائی نہ جائے
آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو؟

کوئی فرد خواہ وہ کتنا ہی ذہین و فطین ہو یا اصحابِ بصیرت کا کوئی عظیم گروہ خواہ وہ دل و دماغ کی
کیسی ہی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو یا پوری نسلِ انسانی فکر و نظر کے سارے سرہانے کو مجتمع کر کے بھی
اگر اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر اپنے لیے رشد و ہدایت کا کوئی جامع ضابطہ مرتب کرنے کی
کوشش کرے تو کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضابطہ حیات کی تدوین وہی ذات کر سکتی ہے جو

اپنی مخلوق کے عناصر ترکیبی اور ان کے مزاج اور عمل سے کما حقہ واقفیت رکھتی ہو۔ چنانچہ خالق کائنات کے علاوہ کوئی دوسری سستی یا ادارہ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے انسان کی فلاح و کامرانی کا راز اسی بات میں منظر ہے کہ اُس کے دیتے ہوئے ضابطہ حیات کی پابندی کی جائے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا نَذَكَّرُونَ ۝ (الاعراف: ۳۰)

لوگو! اُس کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اور اس کو چھوڑ کر دوسرے (من گھڑت) سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔

جماعت اسلامی بنی نوع انسان کی طرف کوئی نیا پیغام لے کر نہیں آئی بلکہ اُسی دعوت الی الخیر کو پھیلانے کے لیے اُٹھی ہے جو ہر زمانے اور ہر عہد میں بندگانِ خدا پھیلانے رہے ہیں۔ اور جسے امتِ مسلمہ کا حقیقی منصب قرار دیا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (آل عمران: ۱۱۰)

تم وہ بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کے لیے جوڑ میں لائی گئی ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہو۔

اس فرض کو سرانجام دینے کے لیے جماعت اسلامی اپنے محدود وسائل کے ساتھ خود بھی کوشاں ہے اور امتِ مسلمہ کو بھی — جو کافی حد تک اپنے اس فرض سے غافل ہو چکی ہے — یہ فرض یاد دلاتی ہے اور اسے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کا کام محض وعظ و نصیحت اور انداز و تبشیر سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اسے جو نیکی کا حکم دینے والا بنایا گیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ وعظ و نصیحت کے علاوہ ایسی طاقت بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے نیکی کو پروان چڑھایا اور بُرائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جاسکے۔ جماعت اسلامی کے جس موقف اور اس کی جس جدوجہد کو اس کے مخالفین ”سیاست بازی“ اور ہوسِ اقتدار کا طعنہ دیتے ہیں وہ درحقیقت نہ تو سیاست بازی ہے اور نہ ہوسِ اقتدار بلکہ خالص خدا پرستی اور خالق کی رضا جوئی کے لیے مقدس جدوجہد ہے۔ کیونکہ اس جدوجہد کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے دین کو ادیانِ باطل پر غالب کر دیا جائے اور یہی وہ فرض ہے جس کی انجام دہی

کا اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو پابند کیا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَ
دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُشْرِكُونَ ۝ (التوبہ: ۳۳)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو حقیقی ہدایت اور دین
حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو وہ تمام ادیان پر غالب
کر دے خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کرے۔

یعنی آخری رسول کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام ایک غالب قوت کی حیثیت سے دنیا میں
زندہ رہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی آتا ہے "الاسلام یُعْلُو وَلَا یُعْلَىٰ" اسلام سر بلند ہوگا اور بالادستی
چاہتا ہے مغلوبیت نہیں۔ پس یہ ضروری ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں خدا ہی کا دین قائم اور نافذ ہو کیونکہ جب
تک حیاتِ انسانی کا کوئی ایک پہلو اور نسلِ انسانی کا کوئی ایک حصہ بھی دائرہ دین سے خارج رہتا ہے
اس وقت تک نہ باطل ادیان کی عملداری ختم ہوتی ہے اور دینِ حق کو حقیقی سر بلندی نصیب ہو سکتی ہے۔
اور یہ چیز سیاسی اقتدار کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر سیاسی اقتدار کی خواہش کوئی مذموم خواہش ہوتی تو نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ یہ دعا کرنے کی کبھی تلقین نہ فرماتا: وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ
مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاَجْعَلْ لِّیْ صِنْوًا لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا اور اے نبی! دعا کر کہ پروردگار مجھے جہاں بھی تو
لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنے پاس سے کسی قوت و اقتدار
کو میرا مددگار بنا دے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حق و صداقت میں خود ایک غیر معمولی قوت اور کشش ہوتی ہے اور ان کا نورِ سلطنت
انسانوں میں خود بخود بھینٹا چلا جاتا ہے۔ بلکہ سلیم الفطرت انسان خود اس نور کی تلاش میں رہتے ہیں اور جہاں اس
کی ایک جھلک بھی انہیں نظر آئے وہ اس کی طرف فوراً کھینچتے ہیں اور نورِ ہدایت کو نہ صرف اپنے سینوں میں اتارتے ہیں
بلکہ اس سے اپنی پوری زندگی کو متور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس سے پوری دنیا میں
حق و صداقت کا بول بالا ہو جائے کیونکہ دنیا میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے سیاہ باطن لوگوں کی بھی رہی ہے
جو دینِ حق کی راہ میں ہمیشہ مزاحم رہے ہیں۔ ان کی فراحت اُس صورت میں ختم ہو سکتی ہے جب اللہ کا دین
پوری طرح غالب ہو کر باطل کی قوت کو کمبخت کر رکھ دے۔ اس مقدس جدوجہد کو قرآن مجید نے فریضہٴ افتاء
دین کا نام دیا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے جماعتِ اسلامی سرگرم عمل ہے اور دوسرے مسلمانوں کو
بھی اس کی دعوت دیتی ہے۔

جہاں تک تیسرے سوال کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی اس فرضیہ اقامتِ دین کو کس طرح سرانجام دینا چاہتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس فرض کو اپنی حد تک اسی انداز سے بجالانے کی کوشش کر رہی ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے عہد میں اختیار کیا اور جس کے بارے میں ہمیں قرآن و سنت سے واضح ہدایت اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو عام کیا جائے اور خاص طور پر مسلمانوں کے اندر فکر و عمل کی جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ اس کام کو دعوتِ دین، تطہیرِ افکار اور تعمیرِ اخلاق کا کام کہہ سکتے ہیں پھر جو لوگ اقامتِ دین کی مقدس جدوجہد میں عملاً شریک ہونا چاہیں انہیں ایک جماعت کی صورت میں منظم کیا جائے اور پھر اس تنظیم سے اعلائے کلمۃ اللہ کا کام لیا جائے کیونکہ اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کے کام سے زیادہ کسی بہتر کام کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور جو کوشش بھی اس راہ میں کی جائے اُس سے زیادہ مقدس کوئی دوسری کوشش نہیں ہو سکتی۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا قَدْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَ
عَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ
اور اس شخص سے زیادہ بھلی بات کہنے والا اور کون ہوگا
جو اللہ کی طرف دعوت دے اور خود بھی نیک کام کرے
اور بر ملا کہے کہ میرا تعلق ان لوگوں سے ہے جو خدا کے
رُحْمَ سَجْدہ: ۳۳)

فرمانبردار ہیں۔

اُمّتِ مسلمہ جس پر اس دنیا میں شہادتِ حق کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اگر دعوتِ حق کا فرض انجام دینے میں کوتاہی کرے تو اور کس سے اس نیک کام کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اگر پوری امتِ دین کے معاملے میں غفلت کا شکار رہے تو کم از کم وہ لوگ تو آگے بڑھ کر اس کام کو سرانجام دیں جو اپنی دینی ذمہ داریوں کو پہچانتے ہیں۔ اور حالات کی تمام سنگینیوں کے باوجود اللہ کے دین کو غالب کرنے کے آرزو مند ہیں۔

جماعت اسلامی کا مقصد جس قدر پاکیزہ اور مقدس ہے اسی طرح اس کے کام کرنے کا طرِقی اور جدوجہد کا راستہ بھی فتنہ و فساد اور اسی نوعیت کی دوسری تخریبی سرگرمیوں سے یکسر پاک ہے۔ وہ اپنے کام کو تشدد اور زیرِ زمین کارروائیوں کی مدد سے آگے نہیں بڑھانا چاہتی بلکہ افہام و تفہیم اور راستے عام کو ہموار کر کے اپنی دعوت کے دائرے کو وسعت دینا چاہتی ہے۔ وہ اس بات پر بچتہ یقین رکھتی ہے کہ (باقی صفحہ ۷۷ پر)